بوادر النوادر

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ

تفسیر، حدیث، فقہ، علمِ کلام اور تصوف کے نادر علمی مضامین پر مشتمل حضرت کی آخری تصنیف

ادارہ اسلامیات لاہور

۱۹۰ - انار کلی ، لاہور

بوادر النوادر

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ

تفسیر، حدیث، فقہ، علمِ کلام اور تصوف کے نادر علمی مضامین پر مشتمل حضرت کی آخری تصنیف

ادارہ اسلامیات

پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

٭ ——— دینانا تھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون ۷۳۲۴۴۱۲، ۷۲۳۳۸۵، فیکس ۹۲-۴۲-۷۲۳۳۸۵

٭ ——— ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان
فون ——— ۷۲۲۳۹۹۱ - ۷۳۵۳۲۵۵

٭ ——— موہن روڈ
چوک اردو بازار، کراچی فون ۷۲۲۳۴۰۱

پہلی بار عکسی طباعت : ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ، اگست ۱۹۸۵ء
باہتمام و انتظام : اشرف برادران (سلّمہم الرحمٰن)
ناشر : ادارہ اسلامیات، لاہور
طباعت :
قیمت، اعلیٰ کاغذ مجلد ڈائی دار :

ادارہ اسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

✻ دینا ناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور فون ۳۴۴۳۴۱۲، فیکس ۳۲۲۳۶۸۵، ۹۲۰۴۲	✻ ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان فون ۷۲۴۳۸۹۱ - ۷۳۵۳۲۵۵	✻ موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی فون ۷۷۲۲۴۰۱

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی، لاہور ۲
دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی ۱
ادارۃ المعارف، ڈاک خانہ دارالعلوم، کراچی ۱۴
مکتبہ دارالعلوم، ڈاک خانہ دارالعلوم، کراچی ۱۴

ہونے کی بنا پر آپ منسوخ نہیں کرتے تو ترحم و راحت رسانی ہی کی بنا پر منسوخ کر دیجئے کیا رعایا کے صرف وہی حقوق ہیں جن کی فہرست منضبط کر دی جاوے کیا اُن کا یہ حق نہیں ہے کہ اُن کو تکلیف و پریشانی سے بچایا جاوے۔ کیا وقتاً فوقتاً حکومت کی طرف سے مصالح کی رعایتیں ہوتی نہیں رہتیں۔ اور اس قانون سے جو کلفتیں اور زحمتیں ہوں گی کیا وہ متیقن و متبین نہیں پھر ان دونوں مقدموں کے بعد ترتب نتیجہ یعنی نسخ قانون میں کاہے کا انتظار ہے۔ یہ تو خطاب تھا حکام سے۔ مگر اسی پر اکتفا نہ کریں بلکہ حق تعالیٰ سے بھی التجا و دعا کرتے رہیں کہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما کہ یہی گناہ اصل ہے نزول دواہی کی اور حکام کے قلوب کو غفلت رعایت سے صاف فرما جو فرع ہے عفو مناہی کی۔ واللہ الموفق

تمت الرسالہ لنصف رجب سنہ ۱۳۴۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ القطائف من اللطائف

(جزوے از ملفوظات)

الحمد للہ الذی کتب دلائل توحیدہ علی صفحات المخلوقات ورسم براہین تفریدہ علی اوراق الموجودات والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید الانس والجان ما صاح فی الغمام رعد ولاح فی الظلام سعد **اما بعد** ۱۱ رمضان ۱۳۴۹ھ کو شنبہ کے دن صبح کے وقت ایک حکیم صاحب کی جانب توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ آپ نے لطائف ستہ کے متعلق خط میں دریافت فرمایا تھا میں نے جواب میں لکھا تھا کہ زبانی دریافت کر لیجئے گا اب آپ سوال کا اعادہ کر دیں تاکہ میں اپنے معلومات کے مطابق حسب مصلحت و ضرورت جواب عرض کروں۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ لطائف ستہ کو کیسے ذاکر بنایا جاتا ہے۔ حضرت اقدس نے جواباً ارشاد فرمایا کہ پہلے ایسی تمہید کی ضرورت ہے جس سے حسب حاجت حقیقت لطائف پر بھی روشنی پڑ جائے لہذا التماس ہے کہ باتفاق عقلاء انسان بسیط نہیں بلکہ ذہناً و خارجاً مرکب ہے ہم اس وقت ترکیب خارجی سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں دنیا کے اہل آراء و اہل ملل انسان کو اجزاء متعددہ سے مرکب مانتے ہیں لیکن اطباء و متکلمین تو فرماتے ہیں کہ انسان کے جمیع اجزاء ترکیبیہ مادی ہیں۔ اطباء روح غیبی کے قائل نہیں یعنی اطباء فن طب میں روح غیبی سے بحث نہیں کرتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اطباء روح غیبی کے امتناع کے قائل ہیں کیونکہ نہ امتناع پر ابتک طبیب نے کوئی قوی یا ضعیف دلیل قائم کی اور نہ کسی طبیب نے اس کا انکار کیا اور بحث نہ کرنیکی وجہ بھی یہ ہے کہ روح غیبی کی بحث

۵۶ بقلم مولوی اسعد اللہ صاحب رامپوری مدرس مظاہر علوم سہارنپور سلمہ اللہ تعالیٰ ۱۲

ومفاسد کا تعلق زیادہ تر بطن و فرج سے ہوتا ہے کانہ مجمع البحرین الظلمانیین اور نفس کے علاوہ دوسرے لطائف کا تعلق بدن کے خاص مقامات و محال سے بوجہ ان کے تجرد کے بے کیف ہے سو لطیفۂ قلب کا محل قلب صنوبری ہے جو پستان چپ کے نیچے ہے لطیفۂ روح کا محل پستان راست کے نیچے دو انگل نیچے قلب صنوبری کے محاذی ہے اسی وجہ سے دونوں لطیفۂ قلب و لطیفۂ روح کو ذاکر بنانے کیلئے دو ضربی ذکر کیا جاتا ہے (اس کے بعد حضرت اقدس نے ایسے انداز میں جو منت کش بیان نہیں ہو سکتا صرف دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا تھا دو چار مرتبہ دلکش لہجہ میں آہستہ آہستہ لفظ اللہ اللہ فرمایا اول مرتبہ ضرب میں سر مبارک سے داہنی جانب اشارہ فرمایا پھر بائیں جانب پھر دائیں جانب پھر بائیں جانب۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس طرز سے تمام مجمع سے ایک خاص کیفیت کا اثر ہوگا کیونکہ میرا جیسے قلب بھی باوجود قساوت کے کسی درجہ میں متاثر تھا) لطیفۂ سر کا محل سینہ کا وسط۔ لطیفۂ خفی کا محل دونوں ابروؤں کے درمیان میں ہے تقریباً للفہم یوں سمجھئے کہ فلاسفہ جس جگہ کو مجمع النور کہتے ہیں۔ اسی کے قریب لطیفۂ خفی کا محل ہے۔ لطیفۂ اخفی کا محل ام الدماغ ہے۔ ام الدماغ دماغ میں ایک نقطہ ہے جس کو جوہر دماغ کا مرکز کہا جا سکتا ہے بعض حضرات صوفیہ نے ان لطائف ستہ کے الوان بھی بیان فرمائے ہیں جو ان کو لطائف کے ذاکر بنانے میں منکشف ہوئے ہیں مگر یہاں اشکال ہوتا ہے کہ لطائف مجردات ہیں اور مجردات تحیز و تمکن سے بالاتر ہیں اور امور غیر متمکنہ متلون نہیں ہوتے کیونکہ لوازم لون سے تجسم ہے۔ غیر اجسام میں کبھی الوان نہیں پائے جاتے تو لطائف کے الوان کیسے ہو سکتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہ الوان لطائف کے نہیں ہیں بلکہ یہ الوان لطائف کی تجلیات مثالیہ کے الوان ہیں جن کو محققین ناقابل التفات کہتے ہیں اور ان اشیاء کی طرف التفات کو حجاب بتلاتے ہیں مگر بعض حضرات اس التفات کو بھی دافع خطرات ہونیکے سبب معین فی المقصود تصور کرتے ہیں۔ اور تجلی مثالی ہر مجرد بے کیف شے کی ہو سکتی ہے حتی کہ واجب تعالیٰ شانہ کی بھی۔ چنانچہ ہزارہا واقعات ہیں کہ لوگوں نے باری تعالیٰ کو خواب میں دیکھا حالانکہ اس عالم میں مرئی کیلئے متجسم ہونا نہایت ضروری ہے تو یہ رویت فی الرویا تجلی مثالی پر محمول ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو خاص شکل میں دیکھا ہے واقعہ یہ ہے کہ واجب تعالیٰ کی مثل تو ممتنع ہے لیس کمثلہ شئ لیکن اثبات مثال ممتنع نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ وقال فی مقام آخر مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح (المثل والمثال لفظان مترادفان مختلفان صیغۃً ومتحدان معنیً) اور واجب کیلئے مثل نہ ہونے اور مثال نہ ہونے میں راز یہ ہے کہ مثل کا اطلاق مشارک فی النوع پر ہوتا ہے اور واجب تعالیٰ کیلئے کوئی نوع نہیں ہے جس میں کسی شے کی مشارکت ثابت ہو سکے لہذا واجب تعالیٰ کیلئے اثبات مثلیہ محال ہے اور مثال کا

اطلاق مشارک فی الوصف پر ہوتا ہے اور وصف کلی مشکک ہے واجب تعالیٰ میں اشدیۃ واکملیۃ سے پایا جاتا ہے مخلوق میں اضعفیۃ وانقصیۃ سے مثلاً حق تعالیٰ کیلئے بھی سمع و بصر ثابت ہے مخلوق کیلئے بھی تو مخلوق وصف سمع و بصر میں واجب تعالیٰ کی مثال ہوئی مگر واجب تعالیٰ کا وصف سمع و بصر اقویٰ و اعلیٰ ہے اور مخلوق کا اضعف وادنیٰ باقی مطلق وصف میں مشارکت ہے اور اسی لئے اہل کلام نے جس جگہ لایشبہ شئ کہا ہے اُس کی تفسیر مماثل یا مشابہ بحیث یسد احدھما مقام الآخر سے کی ہے (بطور جملہ معترضہ فرمایا کہ حدیث خلق اللّٰہ آدم علی صورتہ میں صورت کے معنی یہی مثال ہیں یعنی خلق اللّٰہ آدم علی مثالہ لان السمع والبصر وغیرھما مشترکۃ بین الممکن والواجب فالممکن فی ھذہ الاوصاف مثال للواجب ولہذا نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم عن ضرب الوجہ لان الضرب قد یفضی الی ابطال ھذہ الاوصاف لوجود الاوصاف المذکورۃ التی ھی کاملات الاوصاف باسرھا فی الوجہ ۔ اور اسی وجہ سے انسان کے جوارح میں چہرہ کا خاص احترام ہے اور خلق اللّٰہ آدم علی صورتہ میں صورت سے مراد شکل نہیں جو احاطہ حد واحد یا حدین یا حدود سے پیدا ہوتی ہے تاکہ صورتہ پر اشکال ہو بلکہ صورت کے معنی ظہور کے ہیں جیسے کہتے ہیں صورۃ المسئلۃ ھکذا یعنی یہ عنوان مظہر حقیقت مسئلہ ہے اور اسی ظہور کی وجہ سے شکل کو بھی صورت کہتے ہیں کیونکہ شکل کو بھی ذی شکل کے ظہور میں دخل ہے اور اسی طرح مثال کیلئے مظہر ہوتی ہے اس لئے خلق اللّٰہ آدم علی صورتہ فرمایا گیا ہے علماء نے اس کے اور بھی مختلف جوابات دیئے ہیں ۔ مثلاً الاضافۃ للتشریف کاضافۃ بیت اللّٰہ فحاصل المعنی خلق اللّٰہ آدم علی صورۃ کریمۃ اوجدھا لہ وقال بعضھم المراد بالصورۃ الصفۃ کما یقال صورۃ المسئلۃ کذا ای خلق اللّٰہ آدم علی صفتہ ولعلہ یرجع الی ما قلنا اولاً ویحمل علیہ ما قالت الصوفیۃ تخلقوا باخلاق اللّٰہ الی غیر ذلک من الاقوال التی بسطہا المحدثون فی شروح کتب الاحادیث ۔ الحاصل تجلی مثال کی حقیقت یہ ہے کہ ذی مثال کے مشابہ ایک ایسی شئے ظاہر ہو جس سے کسی قدر وضوح زائد کیساتھ ذی مثال کا تصور ہو جاوے باقی مثال وذی مثال میں تشابہ من جمیع الوجوہ ضروری نہیں جیسے زید کالاسد بطور تشبیہ کہا جاتا ہے تو مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ فقط وصف شجاعت میں دونوں شریک ہیں لا غیر ۔ گو وصف شجاعت بھی کلی مشکک ہے شیر میں بہت زائد ہے زید میں بہت کم ہے اسی طرح جب باری تعالیٰ کو کسی شکل میں دیکھا جائے تو مثال تو حادث ہوتی ہے لیکن ذی مثال قدیم ہے ۔ پس یہ تجلی مثالی بعض خاص اوصاف کے اعتبار سے ہے نہ قدم وحدوث کے اعتبار سے ۔ رہا یہ کہ ایسی مناسبت تو حق تعالیٰ سے ہر مخلوق کو ہے تو کیا ہر مخلوق اس کی تجلی مثالی ہے ؟

تجلیات مثالیہ کے الوان ہیں (لیکن مجازاً لطائف ہی کے الوان کہے جاتے ہیں) سو نفس کا لون زرد ہے قلب کا سُرخ ہے روح کا سفید ہے سر کا سبز ہے خفی کا نیلگوں ہے اخفیٰ کا سیاہ ہے جیسے مردمک چشم. ایک صاحب نے لطائف میں تغائر اعتباری یا حقیقی ہونیکے متعلق سوال کیا اس پر فرمایا کہ بعضے تغائر حقیقی کے قائل ہیں بعضے تغائر اعتباری کے وقس سبق هذا الفدر اور اس اختلاف کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے متکلمین و حکما حواس خمسہ کے اثبات و انکار میں اختلاف رکھتے ہیں متکلمین ان حواس کا انکار کرتے ہیں. اور ان حواس کے افعال کو قلب کے متعلق مانتے ہیں اور حواس کو آلات ادراک قلب بتلاتے ہیں اور حکما علیحدہ علیحدہ بالاستقلال ان حواس کو ثابت کرتے ہیں اس میں محققین یہ فرماتے ہیں کہ اصل مقصود ذکر ہے باقی محال ذکر یعنی لطائف کی طرف تفصیلی توجہ کرنے سے طبیعت میں تفرق تشتت انتشار و پراگندگی تخیل ہوتی ہے کیونکہ ایک لطیفہ کے ذاکر بنانیکے بعد دوسرے لطیفہ کو ذاکر بنانے کی جب سعی کیجائیگی تو یا تو پہلے لطیفہ کو بالکل چھوڑ دیا جائے تب تو وہ رخصت ہوا اور محنت سابقہ اکارت گئی یا دوسرے لطیفہ کیساتھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) الآتی فیما بعد قیاسا لاحدہما علی الآخر فیقول ہل بینکم و بینہ آیۃ فتعرفونہ بہا فیقولون نعم فیکشف عن ساق فلا یبقی من کان یسجد للہ من تلقاء نفسہ الا اذن لہ بالسجود ولا یبقی من کان یسجد اتقاء وریاء الا جعل اللہ ظہرہ طبقۃ واحدۃ کلما اراد ان یسجد خر علی قفاہ (قال القاضی عیاض کما نقلہ عنہ النووی قیل المراد بالساق ہنا نور عظیم وورد ذلک فی حدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھ قلت و یخلق اللہ عز وجل فیہم علما ضروریا بکونہ تجلیا ربانیا وان لم یعرفوہ بہ قبل ذلک واللہ اعلم) ثم یرفعون رؤسہم و قد تحول فی صورتہ التی راوہ فیہا اول مرۃ فقال انا ربکم فیقولون انت ربنا الحدیث (مسلم باب اثبات رؤیۃ المؤمنین ج ۱) والذی اری ان ہذا التحول ہو ظہورہ فی الصورۃ الذہنیۃ المثالیۃ اللتی کانوا یعرفونہ بہا قبل ذلک وہذا ہو الذی وعدناہ ای فی العبارۃ المتقدمۃ علی ہذہ العبارۃ فی اصل الرسالۃ ۱۲) باتیان ذکرہ بقولنا سیاتی فی الحدیث ویجوز ہذا التحول فی التجلیات المثالیۃ من بعضہا الی بعض وہذہ الصورۃ وان کانت واحدۃ بالشخص لکنہا یمکن ان تری مختلفۃ فی ابصار مختلفۃ فلا یشکل انطباق التصورات المختلفۃ علی الصورۃ المتعینۃ ہذا وانما لم یتجل بصورۃ اعلی مما عرفوہ مغائرۃ لہ لعدم حصول حکمۃ الامتحان بہ لان کل مؤمن یعتقد انہ تعالی لیس دون ما اعتقدناہ ولا یعتقد انہ لیس فوق ما اعتقدناہ فالتجلی بصورۃ اعلی لیس فیہ احتمال کونہ تجلیا ربانیا و ما نفاہ فلم یحصل الامتحان فلم یتجل بصورۃ ادنی وکان یعتقد انہ لیس ادنی فحکم بالنفی فافہم. واعلم ان کل ما ذکرتہ ہہنا فی شرح الحدیث علی اصول القوم لیس شیٔ منہا قطعیا نعم ہو اقرب من کل ما ذکرہ الآخرون من العلماء کقول بعضہم فی التجلی الاول انہ بعض الملائکۃ ظہر لہم ولا یخفی ما علیک بعد ما ابدا بقولہ علیہ السلام انا ہم رب العلمین عن ہذا المحمل وکانک عثرت بہذا التقریر علی ما ادعینا من ان التجلی فی الجنۃ یکون برؤیۃ الذات وان لم یدرک کنہہا وفی الموقف بالمثال کما کان لموسی علیہ السلام بالطور بصورۃ النار ولا یمتنع علیہ المثال بمعنی المشارک فی الوصف لقولہ تعالی وللہ المثل الاعلی ویمتنع علیہ المثل بمعنی المشارک فی الماہیۃ لقولہ تعالی لیس کمثلہ شئ وہذا المثال وان لم یکن قدیما لکن للمشارک للبالغ الی حد الکمال یکون مرآۃ للقدیم ولا یلتفت الذہن الی وجوہ التغائر والتمائز بینہما فتبصر و تفکر لیسا التعقل

ولا تزل فالمقام ادق من الشعر واحد من السیف اثبت العبارۃ بالفاظہ الشریفۃ بقدر الضرورۃ ۱۲ +

جواب یہ ہے کہ اس مناسبت میں بھی درجات ہیں مطلق مناسبت اس کا مدار نہیں بلکہ خاص مناسبت جسکی حد جامع مانع وکنہ منضبط نہیں ہوسکتی لیکن اُس تجلی کے وقت صاحبِ واقعہ کو علم ضروری کے طور پر اس مثال کا مرآۃ ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ امر سائر مخلوق میں مشترک نہیں بعض علماء نے اس تجلی مثالی کے کچھ احکام ذکر کئے ہیں۔ مثلاً میدانِ قیامت میں تجلی کیسے ہوگی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ عرصۂ قیامت میں حق تعالیٰ متجلی ہونگے لیکن اہل محشر پہچانیں گے نہیں اور کہیں گے نعوذ باللہ منک کیونکہ حکمت ابتلاء سے اُن کو اس تجلی کا تجلی مثالی ہونا معلوم نہ ہوگا۔ پھر دوسری مرتبہ حق تعالیٰ متجلی ہوں گے اس مرتبہ پہچانیں گے اور پہچانتے ہی سجدہ میں گریں گے تو یہ دونوں تجلیاں قیامت میں باتفاق امت مثالی ہوں گی کیونکہ موطن قیامت تو عالم ناسوت ہی کے اجزاء سے ہے اور ناسوت میں ذات مرئی نہیں ہوتی یہ رویت مخصوص ہے جنت کیساتھ پس یہ تجلی مثالی ہوگی۔ یہ گفتگو تو قیامت کی تجلی کے متعلق تھی باقی جنت میں جو تجلی ہوگی وہ جماہیر فرق اسلامیہ کے نزدیک ذاتی بے کیف ہوگی صرف معتزلہ اور انکے اتباع جنت میں بھی تجلی ذاتی کے منکر ہیں کیونکہ وہ ان شرائط کو جو عالم ناسوت میں رویت کیلئے لابدی ہیں عقلاً ماہیت رویت کیلئے خواہ وہ کسی عالم میں ہو ضروری سمجھتے ہیں اور اہل حق اُن شرائط کو عادی اور مخصوص اس عالم کے ساتھ مانتے ہیں اور تجلی مثالی کی تحقیق رسالہ التشرف میں کسی قدر زائد کی گئی ہے (وھی لصاحب الملفوظ فمن شاء الاطلاع علی دقائق التجلی فلیرجع الیہا) خلاصہ یہ ہے کہ یہ الوان مکشوفہ نفس لطائف کے نہیں بلکہ لطائف کی

لــہ ونحن ننقل عنہا ہہنا شیئاً لابد منہ تکثیر اللنفع۔ قال فی التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف انقل لک ذلک الحدیث مع توجیہ بعض اجزائہ علی اصول القوم واللفظ لابی سعید الخدری حین یقال لاہل الموقف لیتبع کل امۃ ما کانت تعبد وفی آخرہ حتی اذا لم یبق الا من کان یعبد اللہ تعالیٰ من بر و فاجر اتاہم رب العالمین فی ادنیٰ صورۃ من التی رأوہ فیہا ای عرفوہا کما فی لفظ ابوہریرۃ وتبقی ہذہ الامۃ فیہا منافقوہا فیاتیہم اللہ فی صورۃ غیر صورتہ التی یعرفون الحدیث ای قبل ذلک فی الدنیا ویکون ہذا التجلی مثالیاً کما ہو ظاہر مدلول لفظ الصورۃ قال فماذا تنتظرون تتبع کل امۃ ما کانت تعبد قالوا یا ربنا فارقنا الناس افقر ما کنا الیہم ولم نصاحبہم فیقول انا ربکم فیقولون نعوذ باللہ منک لانشرک باللہ شیئاً مرتین او ثلثا حتی ان بعضہم لیکاد ان ینقلب ای عن الصواب ویرجع عنہ للامتحان الشدید الذی جری قالہ النووی ولعل وجہ انکارہم ان الوجہ الذی یعرفون بہ الحق فی الدنیا تجلی مثالی ایضا علی اوضاع مختلفۃ فی اذہان مختلفۃ ویکون ہذا التجلی المثالی المحشری کما دل علیہ قولہ علیہ السلام فی ادنی صورۃ من التی رأوہ فیہا الحدیث ولعل حکمۃ الامتحان کما سبق عن الخطابی والنووی یعنی امتحان ایمانہم ودعواہم التوحید وقولہم فارقنا الناس فتجلی لہم فی غیر صورتہم الذہنیۃ ولم یخلق فیہم علما ضروریا بکونہ تجلیا ربانیا فلما انکروا ہا ظہر صدق دعواہم التوحید حیث لغوا ربوبیۃ ما زعموہ غیر الرب ولعل لا انقلاب عن الصواب ہو لغلبۃ الاہوال علی عقولہم بحیث لا یبعد ان ینکروا التجلی المثالی الآخر

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

پہلے لطیفہ کی طرف بھی توجہ کریگا تاکہ دونوں محفوظ رہیں تو توجہ میں انتشار لازمی ہے جو مخل مقصود ہے اور بعض حضرات نفع کی طرف زیادہ التفات فرماتے ہیں اور یہ سب اختلاف اجتہادی ہے فلا یعیب بعضہم علی بعض اور یہاں لطائف کا بقدر ضرورت بیان ختم ہوا پھر فرمایا کہ میں نے لطائف کے جو اعمال بیان کئے ہیں وہ کسی مطبوع کتاب میں نہیں دیکھے بلکہ تصوف کی ایک قلمی کتاب قطرات الحیات میں دیکھے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی صاحب اس تقریر ملفوظ کو محفوظ کریں تو القطائف فی اللطائف یا من اللطائف جو مناسب سمجھیں نام رکھ لیں (مجھکو القطائف من اللطائف اچھا معلوم ہوتا ہے اس لئے میں اس تقریر کو القطائف من اللطائف سے موسوم کرتا ہوں) پھر فرمایا ہیں اس مضمون کے بعد بطور تتمہ کے بمناسبت التفات الی اللطائف کے ایک ضروری مضمون تصور شیخ کا بھی کہ وہ التفات الی صورۃ الشیخ ہے بطور اجمال بیان کئے دیتا ہوں بعض حضرات شغل تصور شیخ کو جزو طریق سمجھتے ہیں اور بعض حضرات عوام الناس کیلئے مانع طریق اور توجہ الی غیر الحق سمجھتے ہیں۔ وھم الجشتیۃ۔ جو لوگ چشتیہ کو مبتدع غیر متبع سنت کہتے ہیں۔ ان سے بطور الزام کہا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ چشتیہ بہ نسبت دوسرے حضرات کے زیادہ اتباع سنت کا خیال رکھتے ہیں باقی چونکہ ہم کو الزام مقصود نہیں اس لئے ہم کہتے ہیں کہ دوسرے حضرات پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیونکہ دونوں سلسلوں کے حضرات ہمارے اکابر ہیں اور یہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے ہر فریق اپنے اجتہاد سے جیسا نافع سمجھتا ہے ویسا عمل کرتا ہے دونوں مثاب ہیں۔ دونوں حق تعالیٰ کے نزدیک علی الطریق الصحیح ہیں چشتیہ تصور شیخ کا درجہ صرف یہ فرماتے ہیں کہ اصل مقصود توجہ الی الحق ہے مگر ابتداء سلوک میں پراگندگی تخیل سے وساوس وخطرات قلب سالک کو مشوش کرتے ہیں اور یکسوئی سے مانع ہوتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ غیب وراء الورا ہے (کما قیل ما خطر ببالک فہو ھالک واللہ اجل من ذلک) اس کا تصور جمتا نہیں پس وساوس ستاتے ہیں۔ ان وساوس سے بچنے کے لئے ضرورت ہے کہ تخیل کو کسی خاص شئی سے وابستہ کیا جائے تاکہ وساوس دفع ہو جاویں کیونکہ النفس لا تتوجہ الی شیئین فی آن واحد۔ اور گو یہ غرض ہر شئے کے تصور سے حاصل ہو سکتی ہے مگر جو شئی احب ہوگی وہ الصق بالقلب ہوگی اور جو شئی الصق بالقلب ہوگی وہ تخیل میں زیادہ یکسوئی پیدا کریگی اور ظاہر ہے کہ ایک معتقد و مرید کے نزدیک اس کا شیخ سب سے احب ہوتا ہے لہذا تصور شیخ سے وہ وساوس و خطرات جو ابتداء میں رونما ہوتے ہیں دفع ہو جاتے ہیں چشتیہ نے اس نسخہ کو مدبر کرکے استعمال کیا ہے پھر جب تصور شیخ بضرورت دفع وساوس وخطرات ہے تو بقاعدہ مسلمہ الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ وساوس وخطرات کے مندفع ہو جانیکے بعد یہ تصور شیخ بھی ترک کر دینا چاہئے اور اس سے زیادہ

تصور اگرچہ نافع نہیں مگر خوش عقیدہ کیلئے مضر بھی نہیں ہے لیکن عوام الناس وضعیف العقائد کیلئے سخت مضر ہے۔ انھیں لوگوں کی وجہ سے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ نے تصور شیخ کو ماھذہ التماثیل اللتی انتم لھا عاکفون کے ماتحت بُت پرستی میں داخل کیا ہے کیونکہ متعارف تصور شیخ میں شیخ کی جانب اس قدر توجہ تام ہوتی ہے کہ شاغل غیر کا تصور بھی نہیں آنے دیتا اور اس قدر انہماک و استغراق اور اتنی توجہ میرے نزدیک ذوق وجدان سے خاص حق تعالیٰ کا حق ہے۔ پس غیر حق کی طرف ایسی توجہ شرک عملی کے مشابہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف تو جو کہ مقصود لذاتہ ہیں اتنی توجہ نہیں کی گئی اور غیر حق کی جانب اس قدر توجہ کی گئی بعض غلاۃ تو شغل رابطہ میں حق تعالیٰ کی طرف بھی قصداً توجہ نہیں کرتے مجھکو تو یہ لمرذوقاً توحید کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ ایک حکایت یاد آئی حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تصور شیخ تجویز کیا سید صاحب گو مرید و معتقد تھے لیکن اُنھوں نے ادب کے ساتھ نہایت صفائی سے تصور شیخ کرنے سے معذرت کی اور فرمایا یہ شرک ہے۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا ؎

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید — کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

سید صاحبؒ نے عرض کیا کہ جو ارشاد ہے وہ بجا و درست ہے۔ لیکن عارف شیرازی نے اس میں معصیت کا ذکر کیا ہے شرک کا نہیں کیونکہ معصیت محدود نافرمانی ہے کہ اگر توبہ کی بھی توفیق نہ ہو تب بھی شقاوت دائمی کا موجب نہیں (؎ صد جا ہے سزا ایں عقوبت کیواسطے ÷ آخر گنہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں ÷ قالہ غالب الدہلوی ۱۲ جامع) اور وہ جبکہ مے کو حقیقی معنی میں لیا جائے بخلاف شرک کے کہ مشرک کے لئے ہمیشہ کیواسطے باب نجات مسدود ہے حضرت شاہ صاحبؒ ناخوش نہیں ہوئے اور فرمایا معلوم ہوا کہ آپکی طبیعت طریق ولایت کے مناسب نہیں اب ہم آپ کو راہ نبوت سے منازل سلوک طے کرائیں گے و قد فعل فللّٰہ درھما ممن یقال فیہما ؎

وزیرے چنیں شہریارے چناں — جہاں چوں نگیرد قرارے چناں

تم الاصل ھھنا و تتلوہ فائدتان الحقنا فیما بعد۔

فائدہ اولیٰ۔ ۱۹ ار رمضان ۱۳۴۹ھ بروز یکشنبہ وقت صبح ۷ بجے۔ ملفوظ بالا پر مولوی سعید احمد صاحب نے کچھ شبہات و سوالات لکھکر پیش کئے تھے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ پہلے میری ایک تقریر سن لیجئے اسکے بعد ایک ایک شبہ پیش کر کے جواب سنتے جائیے گا پہلے لطائف ستہ کے ذاکر ہونیکی اصل حقیقت جسکا اول اجمالاً ذکر

فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ الحدیث ظاہر ہے اگر قدرت حسیہ مراد ہوتی تو ید سے اکثر حالات میں اور لسان سے جمیع حالات میں استطاعت حاصل ہے پھر فان لم یستطع کے کیا معنے۔ اس سے واضح ہوگیا کہ عدم استطاعت کے معنی یہ ہیں کہ اُسکے استعمال سے کوئی ایسا ضرر لاحق ہوجائے جو نہ قابل تحمل ہو اور نہ وجوباً یا استحباباً مامور بہ ہو کما ذکر۔ اسی قدرت کی دو قسمیں ہیں جو مذکور ہوئیں ایک بلا واسطہ ایک بواسطہ اور اگر دونوں قسموں میں سے ایک قسم کی بھی قدرت نہ ہو تو وجوب تو یقیناً ساقط ہے باقی جواز سو فقہاء نے اباحۃ جہاد میں یہ شرط بھی لگائی ہے ان یرجو الشوکۃ والقوۃ باجتہادہ او باجتہاد من یعتقد فی اجتہادہ ورأیہ وان کان لا یرجو القوۃ والشوکۃ للمسلمین فی القتال فانہ لا یحل لہ القتال لما فیہ من القاء نفسہ فی التہلکۃ اھ (الباب الاول من کتاب السیر من العالمگیریہ۔ اسی طرح دوسری روایت ہے قال محمد لا باس ان یحمل الرجل وحدہ علی المشرکین وان کان غالب رأیہ انہ یقتل اذا کان فی غالب رأیہ انہ ینکی فیہم نکایۃ بقتل او جرح او ہزیمۃ وان کان غالب رأیہ انہ لا ینکی فیہم اصلا لا بقتل ولا بجرح ولا ہزیمۃ ویقتل ہو فانہ لا یباح لہ ان یحمل وحدہ اھ (الباب السابع عشر کتاب الکراھیۃ من العالمگیریۃ) اور یہ ظاہر ہے کہ اس وقت ایسے منکرات کے روکنے کی قدرت مسلمانوں کو بلا واسطہ تو حاصل نہیں پس اگر حاکم سے مدد حاصل ہوجاوے ایسا کریں ورنہ صبر کریں باقی جن کو یہ تفصیل معلوم نہ ہو اور وہ مقابلہ ومقاتلہ میں ہلاک ہوجائیں تو وہ معذور اور گناہ سے بری ہیں کما فی کتاب الاکراہ السلطان اذا اخذ رجلا وقال لاقتلنک او لتشربن ہذا الخمر او تاکل ہذہ المیتۃ او تاکل لحم ہذا الخنزیر کان فی سعۃ من تناولہ بل یفترض علیہ التناول اذا کان فی غالب رأیہ انہ لولم یتناول یقتل فان لم یتناول حتی قتل کان آثما فی ظاہر الروایۃ عن اصحابنا وذکر شیخ الاسلام انہ آثم ماخوذ فیہ الا ان یکون جاہلا بالاباحۃ حالۃ الضرورۃ فلم یتناول حتی قتل یرجی ان یکون فی سعۃ من ذلک فاما اذا کان عالما بالاباحۃ کان ماخوذا کذا قال محمد رح (الباب الثانی من کتاب الاکراہ من العالمگیریۃ) ۲۴ شعبان ۵۵ھ

رسالۃ التسوید السطح فی تصفیۃ بعض الشطح

السوال۔ کتاب اقتباس الانوار تصنیف شیخ محمد اکرم صاحب رحمہ اللہ چشتی کی دیکھی جس کے صنہ ۲۹ پر شیخ محمد صادق گنگوہی کے تذکرہ میں یہ عبارت دیکھی کہ از شیخ فرید گنج شکر منقول است کہ فرمودہ اگر اللہ تعالیٰ مرا در روز قیامت جمال باکمال خود بصورت پیر من خواہد نمود خواہم دید والا نہ چشم بداں سو نخواہم کشود یعنی

حضرت سلطان المشائخ فرمودہ کہ اگر فردا روز بازپرس جمال حق در نظرم بصورت پیر من جلوہ خواہد نمود خواہم دید والا نہ روئے از انجا خواہم گردانید مخفی نماند کہ ازینجا معلوم میشود کہ رویت حق تعالیٰ در روز قیامت مر مریدان صادق را بصورت پیر الیشان خواہد بود بلکہ الحال ہم مریدان صادق را جمال حضرت رسالت پناہ و حضرت حق تعالیٰ در آئینہ صورت پیر جلوہ گر ست و نیز ایں بیان معلوم شد کہ کسانیکہ نسبت و بندگی شیخ کامل و مکمل پیدا نکردہ یا بعد پیدا کردن ایں نسبت بہ اعتقاد شیخ خود ثابت نماندہ اند ہر دو جہاں از رویت محروم اند (من کان فی ہذہ اعمی) در شان ایں چنیں مردم نازل گشتہ" اس عبارت کا کیا حاصل ہے۔ سوال تجلی کی بات ہے، کہ کیا باری تعالیٰ کی زیارت بموجب عبارت مذکورہ ہر ایک ایک کو اپنے مرشد کی صورت میں ہوگی۔ کیا باری تعالیٰ کی صورت انسانی نظر آئیگی۔ دوسرے جبکہ مرشد فقط وسیلہ باری تعالیٰ تک پہنچانیکا ہے اور مقصود طالب کا زیارت باری تعالیٰ ہے اور محبت بھی اصل میں باری تعالیٰ کی ہے اور پیر جبکہ باری تعالیٰ تک پہنچانیوالا ہے اس وجہ سے اسکی محبت اور اطاعت بھی مقصود ہے مگر اصل مقصود باری تعالیٰ ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا وجہ ہے کہ اُن بزرگ نے باری تعالیٰ کی زیارت بھی پیر کی صورت میں طلب کی ہے اور بغیر اسکے دیکھنے کو ناپسند کیا ہے بلکہ نظر ہی نہ کرنیکو لکھا ہے اور آخر عبارت میں یہ لکھا ہے کہ زیارت باری تعالیٰ ہوگی بھی پیر کی شکل میں اس سے شبہ ہوا کہ جب مقصود باری تعالیٰ ہے تو زیارت بھی باری تعالیٰ کی ایسی ہو جس سے باری تعالیٰ ہی سمجھ یا نظر میں آئے اگر مرشد کی صورت میں زیارت باری تعالیٰ کی ہوئی تو فقط مرشد ہی نظر آئیگا۔

الجواب۔ اول چند مقدمات ممہد کرتا ہوں اوّل شیخ اکبرؒ کا قول ہے (جو مجھ کو خوب یاد ہے مگر اس وقت حوالہ کا مقام مجھکو نہیں ملا) کہ جب سے انسان پیدا کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی رویت جس کو ہوئی ہے انسان کی صورت میں ہوئی ہے اور اصل دلیل تو اس قول کی کشف ہے لیکن ایک درجہ میں نصوص سے بھی اس کی تائید بدرجہ استیناس ہوسکتی ہے۔ حدیث میں ہے رأیت ربی فی احسن صورۃ اور قرآن میں ہے قولہ تعالیٰ صورکم فاحسن صورکم وقولہ تعالیٰ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم دونوں ملانیسے وہ دعوےٰ قریب بصحت ہو جاتا ہے۔ ثانی۔ انسان عام ہے خواہ معین معروف ہو جیسے کسی خاص شناسا کی صورت خواہ غیر معین وغیر معروف ہو جیسے ناآشنا کی صورت مگر صاحب صورت مؤمن ہو۔ ثالث معروف میں جو صورت سب سے احسن ہوگی وہ احق ہوگی کہ اُس میں رویت ہو رابع۔ مرید کی نظر میں سب سے احسن اپنے شیخ کی صورت ہوگی جس کی وجہ محبت ہے اگرچہ حسن ظاہری کے اعتبار

سے وہ اکمل نہ ہو چنانچہ مشاہدہ ہے اور عشاق کی شہادت بھی ہے کما قال قائلھم ؎

آں دل کہ رم نمودے باخوبروجواناں　　دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

اور چونکہ مرید کو فیض باطنی اُسی صورت کے واسطے سے ہوا ہے اس لئے احسنیت اسکی نظر میں دوبالا ہو جاتی ہے اس سے بانضمام مقدمات سابقہ اقرب و اغلب و اصل یہ ہے کہ اسکو شیخ کی صورت میں رؤیت ہوا کرے۔ الا لعارض حکمۃ یقتضی ضدہ۔ خامس۔ اگر غیر صورت شیخ میں رویت ہو اور مرید اُس سے اعراض کرے تو اس اعراض کی بنا یہ نہیں کہ وہ اسکے اعتقاد میں رویت حق ہے اور یہ محض اس بنا پر کہ غیر صورت شیخ میں ہے پھر اُس سے اعراض کرتا ہے بلکہ بنا یہ ہے کہ وہ اسکے اعتقاد میں رویت حق ہی نہیں چنانچہ اقتباس کی یہ عبارت اس پر دال ہے "ازینجا معلوم میشود کہ رویت حق تعالیٰ سبحانہ در روز قیامت مر مریدان صادق بصورت پیر ایشاں خواہد بود بلکہ الحال ہم مریدان صادق را جمال حضرت رسالت پناہ و حضرت حق تعالیٰ در آئینہ صورت پیر جلوہ گر ست اھ جب ان حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ جب کبھی رؤیت حق ہوگی شیخ ہی کی صورت میں ہوگی تو ظاہر ہے کہ جب غیر صورت میں ہوگی تو وہ رؤیت حق نہ ہوگی پھر اس سے اعراض محل اعتراض و اشکال کیا ہو سکتا ہے اسکی نظیر ایک طویل حدیث میں وارد ہے اُس کا ضروری اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔ روی مسلم عن ابی سعید الخدریؓ مرفوعاً حتی اذا لم یبق الا من کان یعبد اللہ تعالیٰ من بر و فاجر اتاھم رب العلمین فی ادنی صورۃ من التی راوہ فیھا ای عرفوہ بھا کما فی لفظ ابی ھریرۃ و تبقی ھذہ الامۃ فیھا منافقوھم فیاتیھم اللہ تعالیٰ فی صورۃ غیر صورتہ التی یعرفون الحدیث ای قبل ذلک فی الدنیا و یکون ھذا تجلیا مثالیا کما ھو ظاھر من لفظ الصورۃ قال فماذا تنظرون تتبع کل امۃ ما کانت تعبد قالوا یا ربنا فارقنا الناس افقر ما کنا الیھم ولم نصاحبھم فیقول انا ربکم فیقولون نعوذ باللہ منک لا نشرک باللہ شیئا مرتین او ثلثا و فیہ فیقول ھل بینکم و بینہ آیۃ فتعرفونہ فیقولون نعم فیکشف عن ساق فلا یبقی من کان یسجد للہ من تلقاء نفسہ الا اذن لہ بالسجود و فیہ ثم یرفعون رؤسھم وقد تحول فی صورتہ التی راوہ فیھا اول مرۃ فقال انا ربکم فیقولون انت ربنا۔ اس میں تصریح ہے کہ مومنین نے ایک تجلی کے وقت اس لئے انکار کیا کہ وہ اُن کی صورت ذہنیہ حاصلہ فی الدنیا کیخلاف تھی اور اس پر نکیر نہیں کیا گیا بلکہ اُن کو معذور قرار دے کر دوسری بار صورۃ معروفہ حاصل فی الذہن میں تجلی فرمائی گئی۔ اور یہ تجلی مثالی جنت کی نہیں وہاں تو رؤیت ذات کی ہوگی جسکی کنہ معلوم نہیں بلکہ یہ تجلی میدان قیامت کی ہے اور یہی محمل ہو سکتا ہے ان بزرگوں کے اقوال مذکورہ فی السوال کا چنانچہ حضرت گنج شکرؒ کے قول میں تصریح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ مرا در روز قیامت

جمال باکمال خود بصورت پیر من خواہد نمود۔ خواہم دید والا نہ چشم بداں سو نخواہم کشود۔ اور اسی طرح حضرت سلطان المشائخ کے قول میں ہے اگر فردا روز باز پرس جمال حق در نظرم بصورت پیر من جلوہ خواہد نمود خواہم دید والا نہ روئے از انجانب خواہم گردانید۔ اور جن بزرگوں کے کلام میں یہ قید نہیں ہے وہ مطلق اسی مقید پر محمول ہوگا جیسے حضرت شیخ محمد صادق رح کے اس قول میں بلکہ رویت حق تعالیٰ ہم اگر بصورت حضرت پیر دستگیر خواہد شد خواہم دید والا نہ آں را نیز نخواہم۔ پس ان مقدمات کے بعد جواب ظاہر ہے حاجت تقریر نہیں البتہ بعض مقدمات غیر یقینیہ ہیں اس لئے حکم جازم کا اعتقاد جائز نہیں بلکہ بالکل س حکم کا انکار بھی جائز بلکہ دلائل سے نفی وانکار راجح ہے لیکن قائلین پر بھی طعن و تشنیع جائز نہیں بلکہ اُن کو مقدمات مذکورہ کی بنا پر معذور سمجھا جائیگا اور اس تقریر سے اس کا بھی جواب ہوگیا کہ ان اقوال سے شیخ کی مقصودیت کا ایہام ہوتا ہے حالانکہ مقصود ذات حق ہے۔ جواب کی تقریر ظاہر ہے کہ وہ اس رؤیت متکلم فیہا کو خود حق تعالیٰ کی رؤیت ہی نہیں کہتے کہ اُس سے اعراض مستلزم مقصودیت ذات شیخ ہو بلکہ حق کی رویت اُسی کو کہتے ہیں جو صورت شیخ میں ہو اور اس صورت کے غیر میں جو رؤیت ہو اُس کو رؤیت ہی نہیں کہتے تو مقصودیت شیخ کا شبہ کیسے ہو سکتا ہے اس کی نظیر وہ ہے جو عارفین محققین نے جن میں غالباً شیخ اکبرؒ بھی ہیں فرمایا ہے کہ جو علوم بلا واسطہ حق سے فائض ہوں وہ مقصود نہیں اور جو بواسطہ رسل کے عطا ہوں وہ مقصود ہیں تو اس سے رسل کا مقصود ہونا لازم نہیں آتا بلکہ جو علوم بلا واسطہ ہوں اُن کا من الحق ہی ہونا مشتبہ ہے اس لئے اُن کو مقصود نہیں سمجھا گیا اور جن بزرگوں کے کلام میں علم بے واسطہ کو مقصود بتایا گیا ہے جیسے عارف رومی فرماتے ہیں۔ ؎

علم کاں نبود ز حق بے واسطہ ۔۔۔ در نپاید ہمچو رنگ ماشطہ

یہاں واسطہ سے مراد وحی رسل نہیں بلکہ دلائل فلسفیہ جو کہ سفسطہ ہوں مراد ہیں اب بحمد اللہ تعالیٰ مقام صاف ہو گیا۔ یہ تو توجیہ کی تقریر تھی لیکن اگر کسی کے دل کو یہ توجیہات نہ لگیں اُس کیلئے اسلم یہ ہے کہ اُن بزرگوں کے غلبۂ حال پر ان اقوال کو محمول کرے جس کو اصطلاح تصوف میں شطح کہتے ہیں اور معذور سمجھے نہ اُن کا اتباع کرے نہ اُن کیساتھ گستاخی کرے حتے کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے صراط مستقیم میں باب اول (کہ مثل باب چہارم کے حضرت شہیدؒ کا ترتیب دیا ہوا ہے جیسا کہ دیباچہ میں تصریح ہے) فصل اول کی دوسری ہدایت حب عشقی کے آثار کے تیسرے افادہ میں یہ قول نقل فرما کر اپنی کوئی رائے شدید ظاہر نہیں فرمائی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو معذور سمجھتے ہیں۔ اور میں نے اس تحریر کے لقب میں اسی جانب کی زیادہ رعایت کی ہے کہ تسویل السطح فی تصفیہ بعض الشطح